قرآنی فلسفہ تبلیغ

مِنہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 042-111-140-140

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695 -042

www.Minhaj.org - sales@Minhaj.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَـوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

مُـحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔ا) ۴-ا/ ۸۰ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل وایم ۴/ ۹۷۰-۳۔۷۳، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔ا / اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت / اِنتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱/ ۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	قرآنی فلسفہ تبلیغ
تصنیف	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
پروف ریڈنگ	:	حسنین عباس
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل	:	جنوری 1985ء (2,000)
اِشاعتِ دُوُم	:	جنوری 1986ء (4,000)
اِشاعتِ سوُم	:	مئی 1987ء (5,000)
اِشاعتِ چہارُم	:	ستمبر 2007ء
تعداد	:	1,100
قیمت	:	-/20 روپے

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور ریکارڈڈ خطبات و لیکچرز سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.org

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

فہرس

صفحہ	عنوانات
۷	پیش لفظ
۹	ہر وحی اِلٰہی کو البلاغ کہا گیا ہے
۱۰	البلاغ کا معنی و مفہوم
۱۱	بلاغِ مبین
۱۳	پیغمبرانہ بلاغ ہی نتیجہ خیز بلاغ ہے
۱۵	قرآنی بلاغ اور سیرتِ محمدی ﷺ
۱۵	سیرتِ محمدی ہی بلاغِ اِلٰہی کا نتیجہ خیز اِبلاغ ہے
۱۹	مآخذ و مراجع

www.MinhajBooks.com

صفحہ	عنوانات

www.MinhajBooks.com

پیش لفظ

قرآن وہ زندہ کتاب ہے جو نبی آخر الزماں ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئی، یہ آپ ﷺ کا وہ زندۂ جاوید معجزہ ہے جس کی کسی چھوٹی سی آیت کی مثل بھی رہتی دنیا تک کوئی بڑے سے بڑا عالم نہ لا سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اتنی صدیاں گزر جانے کے بعد ہر کوئی طوعاً و کرہاً اس کی صداقت و حقانیت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

یہ ایک دائمی حقیقت ہے کہ بنی نوع انسان تک پیغام الٰہی پہنچانے کا کامل اور مؤثر ترین ذریعہ قرآن حکیم اور حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کی ذات گرامی سے تمسک ایک لازمی و لابدی اَمر ہے۔ ایسا تبھی ممکن ہے جب آپ ﷺ کی سیرت پاک کے تمام گوشوں کے ہر پہلو کو جملہ انسانیت پر اُجاگر کیا جائے۔

کلام الٰہی کو قرآن مجید میں بلاغ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی تعلیمات کو نوع انسانی تک پہنچانے کو قرآن ہی کی اصطلاح میں البلاغ سے موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۴۰ میں ارشاد ہوا ہے۔

قرآنی تعلیمات کے ذریعے انسان میں وہ استعداد اور قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ خوفِ خدا کے سوا دنیا و ما فیہا کے ہر خوف سے بے نیاز ہو جاتا ہے اس کیفیت کو علامہ اقبالؒ ضبطِ نفس کے باب میں مردِ مومن کے حوالے سے یوں بیان کرتے ہیں:

خوف را در سینه او راه نیست
خاطر متن مرغوبِ غیر اللّٰه نیست

(اس کے قلب و باطن میں غیر اللہ کا خوف گھر نہیں کرتا اس لیے کہ اس کا

دل اللہ کے سوا کسی اور کو خاطر میں نہیں لاتا یعنی کوئی دنیا اس کو مرعوب نہیں کر سکتی۔)

زیر نظر کتابچہ میں حضرت شیخ الاسلام نے اِس نکتے کی توضیح کی ہے کہ قرآنی دعوت کی مؤثریت میں فرق آیا ہے نہ اس دعوت کو نسلِ انسانی تک پہنچانے کے لیے سیرتِ محمدی ﷺ کے فیضان کا سلسلہ منقطع ہوا ہے، بلکہ سیرتِ محمدی ﷺ ہی بلاغِ اِلٰہی کا نتیجہ خیز اِبلاغ ہے۔ ضرورت اِس اَمر کی ہے کہ ہم صدقِ دل سے اِس سرچشمۂ فیض سے خیرات طلب کرنے کے لیے اس کی طرف رجوع کریں، آپ ﷺ کی سیرتِ مطہرہ کا مطالعہ کریں اور قرآنی اَحکامات کو سمجھنے، ان پر عمل کرنے اور آگے پہنچانے کی سنت پر عمل کریں۔

محمد فاروق رانا

ڈپٹی ڈائریکٹر ریسرچ

فریدِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ

۶ ستمبر، ۲۰۰۷

www.MinhajBooks.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن مجید عالمِ انسانیت کے لیے باری تعالیٰ کا آخری پیغام ہے، جسے بلاغ سے تعبیر کیا گیا ہے اور سیرتِ محمدی ﷺ کو اس پیغامِ الٰہی کا ابلاغِ کامل ٹھہرایا گیا ہے کیونکہ انسانیت تک اس پیغام کے کاملاً پہنچائے جانے کا ایک ہی مؤثر اور قطعی ذریعہ ہے اور وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے اور یہ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہی ہے جس نے اس کے ابلاغ کے جملہ تقاضے اس طرح پورے کیے کہ انسانیت پر حجت تمام ہو گئی، منکرین کے سب عذر قطع ہوگئے اور وعدۂ اِلٰہی کے مطابق جملہ نتائج معرضِ وجود میں آ گئے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِo(١)

’’یہ (قرآن) لوگوں کے لیے کاملاً پیغام کا پہنچا دینا ہے، تاکہ انہیں اس کے ذریعہ ڈرایا جائے اور یہ کہ وہ خوب جان لیں کہ بس وہی (اللہ) معبود یکتا ہے اور یہ کہ دانشمند لوگ نصیحت حاصل کریںo‘‘

اِس آیہ مبارکہ میں قرآن حکیم کو بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ہر وحی اِلٰہی کو البلاغ کہا گیا ہے

قرآن مجید ہو یا انبیاءِ سابقین پر نازل ہونے والی وحی ہر ایک کو اکثر و بیشتر البلاغ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کی زبانِ اَقدس سے

(١) ابراھیم، ١٤: ٥٢

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَـلَاغُ الْمُبِيْنُo(۱)

''اور واضح طور پر پیغام پہنچا دینے کے سوا ہم پر کچھ لازم نہیں ہےo''

کے الفاظ سن کر مبلغینِ اسلام کے ذہنوں میں بالعموم یہ تاثر پیدا ہوا ہے کہ شاید مردِ مومن پر اسلام کا حقِ بلاغ صرف اس قدر ہے کہ خدا کا پیغام دوسروں کو سنا دیا جائے اور اَثرات و نتائج خواہ کچھ بھی ہوں ان سے کلیتًا بے نیاز ہو کر رہ جائے اور انسان خود کو اس طرح مطمئن کر لے کہ میں نے بات دوسروں تک پہنچا کر اپنا فریضۂ بلاغ ادا کر دیا ہے۔ اس سے بڑھ کر اب مجھ پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

قرآن فہمی کا دعویٰ کرنے والوں کی اِسی غلطی نے ملتِ اسلامیہ کی فکری اور عملی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا ہے اور مسلمانوں کی مذہبی زندگی ایک فیصلہ کن انقلاب کی طرف بڑھنے کے بجائے جمود و تعطل کا شکار ہو کر رہ گئی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہمہ گیر زوال اور انحطاط ہے جو آج ہمارا مقدر بن چکا ہے۔ محولہ بالا آیت کا مدعا سمجھنے سے پہلے ضروری ہے کہ البلاغ کا معنی و مفہوم ذہن نشین کر لیا جائے کیونکہ یہ تصور ہمارے ہاں مستقل طور پر التباس کا شکار ہو چکا ہے۔

البلاغ کا معنی و مفہوم

لفظ بلاغ بَلَغَ سے مشتق ہے۔ امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

اَلْبَـلَاغُ: اَلْاِنْتِهَاءُ إِلٰى أَقْصَى الْمَقْصَدِ. (۲)

''بلاغ (کا معنی) مقصد اور غرض و غایت کی آخری حد تک پہنچا دینا ہے۔''

گویا بلاغ سے مراد کسی بات کا محض پہنچانا نہیں بلکہ اسے اپنے مقصد کی آخری

(۱) یس، ۳۶:۱۷

(۲) راغب اصفہانی، مفردات ألفاظ القرآن: ۱۴۴

حد اور انجام تک پہنچا دینا ہے۔

مزید برآں بلاغ ’’پورا کرنے اور کافی ہو جانے‘‘ کو بھی کہتے ہیں۔ امام راغب اصفہانی بیان کرتے ہیں:

اَلْبَلَاغُ: اَلْکِفَایَۃُ.(۱)

’’بلاغ کا معنی کافی ہو جانا ہے۔‘‘

اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَo(۲)

’’بے شک اِس (قرآن) میں عبادت گزاروں کے لیے (حصولِ مقصد کی) کفایت وضمانت ہےo‘‘

کفایت کا معنی بالکل واضح ہے۔ اس میں تمام ضرورتوں کی تکمیل کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اگر کسی شرط یا ضرورت کی کمی رہ جائے تو اسے بلاغ یا کفایت نہیں کہیں گے۔ گویا بلاغ کسی امر کو اس کے انجام تک پہنچانے کی ایسی جدّ و جہد کو کہتے ہیں جس میں مآل و انجام کے حصول کے لیے تمام مطلوبہ ضروریات کی اس طرح تکمیل کر دی گئی ہو کہ پھر انسان کو کسی اور ذریعے کی حاجت نہ رہے۔

بلاغِ مبین

قرآن مجید پیغمبرانہ بلاغ کو بلاغِ مبین کے نام سے تعبیر کرتا ہے کیوں کہ اس بلاغ کی صحت وکمال اس پر منحصر ہے کہ اس کی اطاعت پر فلاح و کامیابی اور اس سے اِنحراف پر تباہی و ہلاکت متحقق ہو کر رہے۔

پیغمبرانہ بلاغ کا کمال یہی تھا کہ انہوں نے پیغامِ اِلٰہی اس قدر کامل یقین اور

(۱) راغب اصفہانی، مفردات ألفاظ القرآن: ۱۴۴

(۲) الأنبیاء، ۲۱: ۱۰۶

مؤثر طریقے سے بنی نوعِ انسان تک پہنچایا کہ اس کی اطاعت انسانوں کو دنیا ہی میں سرخرو کر گئی اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے، دعوائے نبوت کے مطابق، نیست و نابود ہو گئے۔ گویا پیغمبرانہ بلاغ حق و باطل کے معرکے میں ایک چیلنج ہوتا ہے جس کی اطاعت فوز و فلاح اور انحراف تباہی و ہلاکت پر منتج ہو کر رہتا ہے اور یہی انبیاء علیھم السلام کی دعوت کی کھلی کامیابی ہے۔ اِرشادِ ربانی ہے:

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ○ (۱)

”اور آپ کا رب بستیوں کو تباہ کرنے والا نہیں ہے یہاں تک کہ وہ اس کے بڑے مرکزی شہر (capital) میں پیغمبر بھیج دے جو ان پر ہماری آیتیں تلاوت کرے اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں ہیں مگر اس حال میں کہ وہاں کے مکین ظالم ہوں○“

پیغمبرانہ دعوت پر لبیک کہنے والوں کے لیے ارشاد فرمایا گیا:

فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ○ (۲)

”پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں (سوار) تھے نجات دے دی○“

وَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ○ (۳)

”اور ہم نے اُنہیں اور اُن کے گھر والوں کو سخت تکلیف سے بچا لیا○“

اور منحرف ہونے والوں کے لیے فرمایا گیا:

(۱) القصص، ۲۸: ۵۹

(۲) الشعراء، ۲۶: ۱۱۹

(۳) الصفت، ۳۷: ۷۶

ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا بَعۡدُ الۡبٰقِيۡنَo(۱)

’’پھر اس کے بعد ہم نے باقی ماندہ لوگوں کو غرق کر دیاo‘‘

اَنَّا دَمَّرۡنٰـهُمۡ وَ قَوۡمَهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَo(۲)

’’بیشک ہم نے ان (سرداروں) کو اور ان کی ساری قوم کو تباہ و برباد کر دیاo‘‘

یہی وہ بلاغِ مبین تھا جس کا فریضہ انبیاء کرام علیھم السلام نے سرانجام دیا اور اسی پر وعدۂ الٰہی تھا جسے رب ذوالجلال نے پورا کر دیا۔ اس کا بیان قرآن حکیم میں اس طرح ہے:

وَكَذٰلِكَ حَقَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا.(۳)

’’اور اسی طرح آپ کے رب کا فرمان اُن لوگوں پر پورا ہو کر رہا جنہوں نے کفر کیا تھا۔‘‘

پیغمبرانہ بلاغ ہی نتیجہ خیز بلاغ ہے

اُمم سابقہ کی قرآنی تاریخ اس حقیقت کی منہ بولتی تصویر ہے اور پیغمبرانہ بلاغ موافق اور مخالف دونوں طبقات کے لیے فیصلہ کن امر اور نتیجہ خیز عمل تھا اور اس کی تمام تر تاثیر انبیاء علیھم السلام کی سیرت اور ان کی زندگی کے عملی نمونہ میں مضمر تھی ورنہ انبیاء و رُسل کو مبعوث کیے بغیر ہی اُلوہی وعدہ لوگوں تک پہنچا دیا جاتا۔

بَلٰغٌ ج فَهَلۡ يُهۡلَكُ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡفٰسِقُوۡنَo(۴)

(۱) الشعراء، ۲۶: ۱۲۰

(۲) النمل، ۲۷: ۵۱

(۳) المومن، ۴۰: ۶

(۴) الاحقاف، ۴۶: ۳۵

”پیغام کا پہنچایا جانا ہے، نافرمان قوم کے سوا دیگر لوگ ہلاک نہیں کیے جائیں گے○“

گویا پیغمبرانہ دعوت کی تاثیر یہ تھی کہ اس نے لبیک کہنے والوں کو بچا لیا اور گردن پھیرنے والوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ یہ اصول قرآن مجید میں اس طرح بھی واضح کیا گیا ہے:

فَاِنَّمَا عَلَيْکَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ○(۱)

”آپ پر تو صرف (احکام کے) پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے○“

اگر دعوت کا انکار کرنے والے انکار کر کے بھی تباہی و ہلاکت اور عذابِ الٰہی سے بچ جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دعوت ابھی بلاغِ کامل کے درجے کو نہیں پہنچی کیونکہ دعوت اور بلاغ اگر کامل ہو تو مثبت اور منفی ہر دو نتائج کا ظاہر ہونا لابدی اور ضروری ہے۔

قرآن اپنی نسبت یہی دعویٰ کر رہا ہے کہ هٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ (یہ (قرآن) لوگوں کے لیے کاملاً پیغام کا پہنچا دینا ہے) یعنی قرآن مجید کی دعوت، دعوتِ کاملہ ہے۔ اس کے اصولوں پر چلنا زندگی کی ضمانت ہے اور اس سے انحراف موت کا پیش خیمہ ہے۔

لِلنَّاسِ سے مراد یہ ہے کہ دعوتِ محمدی ﷺ یعنی قرآن مجید نسلِ انسانی کے تمام طبقات کے لیے مساوی ہے۔ مسلم ہوں یا غیر مسلم، عروج و زوال اور کامیابی و ہلاکت کے خدائی قوانین اٹل ہیں۔ جو شخص قرآن حکیم کی بیان کردہ ڈگر پر چلے گا، عظمت و کمال سے ہمکنار ہوگا اور جو کوئی اس ڈگر سے ہٹے گا، ذِلّت و رسوائی کا شکار ہو گا۔ اسی فیصلے کا نام مشیّتِ ایزدی ہے۔ علامہ زمخشری تفسیر الکشاف میں بلاغ کا معنی یہ بیان کرتے ہیں:

كِفَايَةٌ فِي التَّذْكِيرِ وَالْمَوْعِظَةِ.(۲)

(۱) الرعد، ۱۳: ۴۰

(۲) زمخشري، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل، ۲: ۵۳۲

’’ذکر و نصیحت میں کافی ہونا۔‘‘

علامہ زمخشری یہ مفہوم بیان کرتے ہوئے اس آیت کے سیاق و سباق کے حوالے سے اسی مفہوم کی تائید کرتے ہیں کہ قرآنی دعوت کا مقصد تمام بنی نوع انسان کو کفر وعصیان کے ظلمت کدے سے نکال کر نورِ ہدایت سے آشنا کرنا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ.(۱)

’’الف لام را (حقیقی معنی اللہ اور رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں)، یہ (عظیم) کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کے) نور کی جانب لے آئیں۔‘‘

قرآنی بلاغ اور سیرتِ محمدی ﷺ

یہاں پر نہیں کہا گیا کہ یہ کتاب اس لیے اتاری گئی ہے کہ یہ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے بلکہ لوگوں کو اندھیروں سے نکالنا اور روشنی کی طرف لے جانا رسولِ خدا ﷺ کا کام ہے، قرآن مجید تو نبوی سامان ہے۔ جس کی مدد سے حضور نبی اکرم ﷺ یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں گویا قرآن سارے کا سارا سیرتِ محمدی ﷺ کی شکل میں متشکل ہو کر لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آرہا ہے۔ وہ جو کچھ بصورتِ کلام سنتے ہیں اسے سیرتِ محمدی ﷺ کی صورت میں عملاً دیکھتے ہیں۔ اسی دیکھنے اور پرکھنے سے اتمامِ حجت وجود میں آتا ہے اور وہ نورِ حق کی طرف چلنے کے قابل ہوتے ہیں۔

سیرتِ محمدی ہی بلاغِ الٰہی کا نتیجہ خیز ابلاغ ہے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے درج ذیل کلمات سے یہ حقیقت خوب عیاں

(۱) ابراہیم، ۱۴: ۱

ہو جاتی ہے۔ جب ان سے کسی سائل نے پوچھا کہ قرآن مجید میں مقیم کی نماز اور نمازِ خوف کی تفصیل تو موجود ہے، لیکن نمازِ سفر (قصر) کی تفصیل نہیں ہے۔ پھر تم لوگ یہ کیسے ادا کرتے ہو؟ اِس پر آپ نے فرمایا:

إِنّ اللهَ بَعَثَ إِلَيْنَا مُحَمَّدًا ﷺ، وَلَا نَعْلَمُ شَيْئًا، فَإِنَّمَا نَفْعَلُ كَمَا رَأَيْنَا مُحَمَّدًا ﷺ يَفْعَلُ.(۱)

’’بیشک ہماری طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو بھیج دیا ہے اور ہم کچھ نہیں جانتے، ہم تو بس وہی کچھ کرتے ہیں جو محمد مصطفیٰ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔‘‘

اس لیے هٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ (یہ (قرآن) لوگوں کے لئے کاملاً پیغام کا پہنچا دینا ہے) کے اعلان کے بعد اس کے تین بنیادی مقاصد بیان کیے گئے ہیں:

۱۔ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ کہ اس کے ذریعے لوگ ڈرائے جائیں اور ان پر یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح آشکار ہو جائے کہ خدائی قوانین کی اس نبوی دعوت سے انحراف کر

---

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب تقصير الصلاة فى السفر، ۱: ۳۳۹، رقم: ۱۰۶۶

۲۔ مالك، الموطا، كتاب قصر الصلاة فى السفر، باب قصر الصلاة فى السفر، ۱: ۱۴۵، رقم: ۳۳۴

۳۔ نسائى، السنن الكبرى، كتاب قصر الصلاة فى السفر، باب تقصير الصلاة فى السفر، ۱: ۵۸۳، رقم: ۱۸۹۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۶۵، ۹۴

۵۔ حاكم، المستدرك على الصحيحين، ۱: ۳۸۸، رقم: ۹۴۶

۶۔ ابن حبان، الصحيح، ۴: ۳۰۱

۷۔ ابن حبان، الصحيح، ۶: ۴۴۴

۸۔ ابن خزيمه، الصحيح، ۲: ۷۲، رقم: ۹۴۶

کے ہم تباہی و ہلاکت سے نہیں بچ سکتے۔

۲۔ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وہ آگاہ ہو جائیں کہ معبودِ برحق صرف ایک ہی ہے یعنی یہ حقائق انہیں ذہنی طور پر اس نتیجے پر لے آئیں کہ کائنات میں فیصلہ کن طاقت صرف رب ذوالجلال کی ہے تاکہ وہ ہر طاغوتی قوت کے سامنے جھکتے نہ پھریں۔

۳۔ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ اہل شعور نصیحت حاصل کریں اور اپنی جدوجہد کو اخلاص و تقویٰ سے مزّین کرلیں۔

گویا فریضۂ رسالت کی تکمیل یہ ہے کہ قرآنی پیغام کے ذریعے بنی نوع انسان خوفِ خدا سے آشنا ہو اور خوفِ خدا کی کیفیت ان میں فکر و نظر کی وہ استعداد پیدا کر دے کہ وہ ماسوی اللہ کے خوف سے آزاد ہو جائیں۔ بقول علامہ اقبالؒ:

هر كه رمزِ مصطفى فهميده است
شرك را در خوف مضمر ديده است[1]

(جو کوئی تعلیماتِ محمدیہ ﷺ کی روح کو سمجھ گیا ہے اس نے شرک کو خوف میں چھپا دیکھ لیا ہے۔)

اور پھر شرک کی تمام آلودگیوں سے نجات پا کر ان کی زندگیاں اس طرح انقلاب آشنا ہوں کہ وہ حیاتِ عالم کے انداز بدل ڈالیں۔ اگر قرآنی دعوت اور نگاہِ محمدی کے فیضان سے یہ انقلاب بپا نہ ہوا ہوتا تو صحابہ کرام اپنی جدوجہد سے تاریخِ عالم کا رخ نہ بدل سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انقلابی سیرت کا ذکر بھی معیتِ محمدی ﷺ کے ساتھ لف کر دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ

(۱) اقبال، کلیات (فارسی)، اسرار و رموز: ۱۰۹

رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانًا. (۱)

’’محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ (ﷺ) کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔ آپ انہیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے، سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ (صرف) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں۔‘‘

قرآنی بلاغ سے جس انسانی طبقہ میں سب سے پہلا اور سب سے اعلیٰ انقلاب آیا ہے وہ جماعتِ صحابہ تھی۔ قرآن مجید نے واضح کر دیا ہے کہ ان کی سیرت و کردار کی صالحیت اور ان کے ایمانی انقلاب کا مرکز و محور بھی معیتِ محمدی ﷺ کا ہی فیضان تھا۔ گویا ان کی سیرتوں میں جو حسن و بہار دکھائی دے رہی ہے وہ محض سیرتِ محمدی ﷺ کی جھلک ہے کیونکہ بلاغِ ربانی کا سارا ابلاغ اسی سیرتِ طیبہ کے ذریعے سے ہوا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج نہ تو قرآنی دعوت کی تاثیر ختم ہوئی ہے اور نہ سیرتِ محمدی ﷺ کا فیضان منقطع ہوا ہے۔ ہماری تباہی کا سبب صرف یہ ہے کہ ہم خلوصِ دل سے کاسۂ طلب لے کر ادھر متوجہ ہی نہیں ہوتے وگرنہ هٰذَا بَـلٰغٌ لِّلنَّاسِ (یہ (قرآن) لوگوں کے لئے کاملاً پیغام کا پہنچا دینا ہے) کی قرآنی آواز آج بھی ہمارے درِ دل پر دستک دے رہی ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہروِ منزل ہی نہیں (۲)

---

(۱) الفتح، ۴۸: ۲۹

(۲) اقبال، کلیات (اردو)، بانگ درا: ۲۲۸

مآخذ و مراجع

۱۔ القرآن الحکیم۔

۲۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ شیبانی (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی للطباعۃ والنشر، ۱۳۹۸ھ/۱۹۸۷ء۔

۳۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ شیبانی (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء۔

۴۔ **اِقبال**، ڈاکٹر علامہ محمد (۱۲۹۴۔۱۳۵۷ھ/۱۸۷۷۔۱۹۳۸ء)۔ **کلیات (اُردو)**۔ لاہور، پاکستان: شیخ غلام نبی اینڈ سنز، ۱۹۸۹ء۔

۵۔ **اِقبال**، ڈاکٹر علامہ محمد (۱۲۹۴۔۱۳۵۷ھ/۱۸۷۷۔۱۹۳۸ء)۔ **کلیات (فارسی)**۔ لاہور، پاکستان: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۴ء۔

۶۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ المستدرک علی الصحیحین۔ **بیروت**، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۷۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ المستدرک علی الصحیحین۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: دار الباز للنشر و التوزیع۔

۸۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التمیمی البستی (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔۹۶۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/

۱۹۹۳ء۔

۹۔ **ابن خزیمہ**، ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ السلمی النیساپوری، (۲۲۳۔۳۱۱ھ / ۸۳۸۔۹۲۴ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء۔

۱۰۔ راغب اصفہانی، مفردات ألفاظ القرآن۔

۱۱۔ **زمخشری**، امام جاراللہ محمد بن عمر بن محمد خوارزمی (۴۶۷۔۵۳۸ھ)۔ **الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل**۔ قاہرہ، مصر: ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۳ء

۱۲۔ **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۷۔۲۷۵ھ/۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دارالفکر۔

۱۳۔ **مالک**، ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳۔ ۱۷۹ھ/ ۷۱۲۔۷۹۵ء)۔ **الموطا**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۱۴۔ **نسائی**، ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن الکبری**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

www.MinhajBooks.com